قرآنی علم وفہم کا درجہ حکمت

(قسط ۶)

مولانا محمد تقی امینی

"احسن تقویم" میں انسانی جبلت کی تکوین ذوقِ طبعی (اجزائے ترکیبی کے خواص سے تیار ہوتا ہے) اور نورِ فطری (اللہ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے) دونوں کے خواص سے ہوتی ہے اور زندگی میں دونوں کے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

اَلَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ .... الخ [۱]

"اللہ نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اس نے انسان کی پیدائش کا آغاز مٹی سے کیا پھر اس کی نسل حقیر (بے قدر) پانی کے ست (خلاصہ) سے چلائی پھر اس کو تکمیلی مرحلے گذارا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی تھوڑا شکر کرتے ہو۔"

دوسری جگہ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ .... الخ [۲]

"ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (ست) سے پیدا کیا پھر ہم نے اس کو پانی کی بوند کی شکل دے کر ایک محفوظ جگہ میں رکھا، پھر اس کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے کی شکل دی، پھر اس کو گوشت کے ٹکڑے میں تبدیل کیا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا کیں پھر ہڈیوں کو گوشت کا جامہ پہنایا، پھر اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا۔ بڑا ہی بابرکت ہے اللہ بہترین پیدا کرنے والا۔"

ان آیتوں سے ذوقِ طبعی کی نمائندگی لفظ "طین" کرتا ہے جس سے اجزائے ترکیبی کے خواص کی طرف اشارہ ہے اور نورِ فطری کی نمائندگی لفظ "روح" کرتا ہے جس سے ان خصوصیات کی طرف اشارہ ہے جو انسان میں اجزائے ترکیبی کے ماسوا ہیں۔

لفظ "طین" میں تمام وہ اجزاء شامل ہیں جو زمینی مادہ سے ہیں اور جن کی آمیزش

---

۱ سورۂ سجدہ آیت ۷ تا ۹   ۲ سورۂ مومنون آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴

سے جرثومۂ حیات وتخم حیات وجود میں آیا اور رفتہ رفتہ پیکر کی شکل اختیار کرتا ہے۔ ان اجزاء کے خواص کی طرف اشارہ سب سے پہلے فرشتوں نے ان الفاظ میں کیا تھا:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا	کیا آپ اس کو خلیفہ بنائیں گے جو زمین
وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ [1]	میں فساد وخون ریزی کرے گا۔

ابن عربیؒ کہتے ہیں:-

هما من خواص الشهوة والغضب الضروري وجودهما في تعلق الروح بالبدن[2]

فساد وخون ریزی قوّتِ شہوت وغضب کے خواص میں سے ہیں جن کا وجود بدن کے ساتھ روح کے تعلق میں ضروری ہے۔

غالباً ان خواص کی پستی ہی کو محسوس کر کے شیطان نے آدمؑ کے سامنے جھکنے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ	آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور
طِيْنٍ [3]	اس (انسان) کو مٹی سے پیدا کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجزاء کے خواص اور جسمی ومعنوی دونوں صورت میں ان کے اثرات کا ذکر کیا ہے مثلاً آپؐ نے فرمایا:

ان الله خلق آدم من قبضة	بے شک اللہ نے آدم کو مٹھی بھر مٹی
قبضها من جميع الارض فجاء	سے پیدا کیا جس کو زمین کے ہر حصّہ سے
بنو آدم على قدر الارض منهم	لیا۔ اسی لحاظ سے سُرخ، سفید، سیاہ
الاحمر والابيض والاسود	اور اس کے درمیان لوگ پیدا ہوئے
وبين ذلك والسهل و	اور اسی لحاظ سے نرم سخت ناقص اور
الحزن والخبيث والطيب[4]	عمدہ لوگ پیدا ہوئے۔

طیب اور خبیث کا استعمال جس طرح اخلاقی وشرعی امور میں ہوتا ہے اسی طرح ان چیزوں میں بھی ہوتا ہے جو مادی اعتبار سے ناقص یا عمدہ ہوتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواص کی تاریکی وپستی کو اس طرح ظاہر فرمایا

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۳۰ [3] سورہ اعراف آیت ۱۲

[2] تفسیر ابن عربی بقرہ آیت ۳۰ [4] مسند احمد وترمذی وابوداؤد بمشکوٰۃ باب الایمان بالقدر

ان اللہ تعالیٰ خلق خلقتہ	بے شک اللہ نے مخلوق کو تاریکی میں
فی ظلمۃ فالقی علیھم من نورہ[1]	پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور ڈالا

جبلّت کی تکوین میں نہ صرف یہ کہ تمام اجزاء کے خواص کو دخل ہے بلکہ جبلّتوں کے باہمی اختلاف میں ان کے ناقص و عمدہ ہونے، کم و زیادہ ہونے قوی و ضعیف ہونے، ایک کے دوسرے پر غالب آنے، ایک کے دوسرے کے مقابلے میں مشتعل ہونے اور نہ معلوم کس کس بات کو دخل ہے۔ قاضی ثناء اللہ کہتے ہیں:

انما اختلاف شھوات النفوس علی حسب اختلاف ثوران بعض العناصر دون بعض و اختلاف طبائع الارض۔[2]

نفوس کی شہوتوں کا اختلاف زمین کی طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے اور بعض کے مقابلے میں بعض عناصر کے مشتعل ہونے کے لحاظ سے ہے۔

اجزاء کے یہ خواص اور ان سے پیدا شدہ طبعی قوتیں حیوان و انسان کی جبلّت میں مشترک ہیں لیکن انسانی جبلّت کی تکوین میں ایک اور عنصر (جزء) شامل ہے جس کے نور نے طبعی قوتوں میں نوری کرن دوڑائی، ان کو بارآور بنایا اور ان میں وہ خصوصیات بھر دیں جن کی بنا پر انسان خلق آخر (دوسری مخلوق جو حیوان سے بالکل مختلف ہے) میں تبدیل ہو گیا۔

ثُمَّ اَنْشَأْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ[3]	پھر ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنا دیا۔

اس خلق آخر کی تفسیر مفسّرین سے یہ منقول ہے۔

جعلناہ خلقا مباینا للخلق	ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنایا جو
الاول[4]	پہلی مخلوق سے بالکل جُدا ہے۔

دوسری جگہ ہے:

اودع کل عضو من اعضائہ	اس دوسری مخلوق (انسان) کے
عجائب فطرۃ و غرائب حکمۃ	ہر عضو میں فطرت و حکمت کے ایسے عجائب
لا تحیط بھا وصف الواصفین[5]	و غرائب ودیعت کئے کہ وصف بیان

---

[1] مسند احمد و ترمذی و مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر [4] الفخر الرازی تفسیر کبیر المومنوں آیت ۱۴
[2] قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری سورہ اسراء آیت ۸۴ [5] ایضاً
[3] سورۂ مومنون آیت ۱۴

کرنے والوں کا کوئی وصف ان کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

ایک اور جگہ ہے:

ھذا ھوالانسان ذوالخصائص	یہ ہی انسان ہے جس کی خصوصیتیں حیوان
المتمیزۃ فجنین الانسان	سے جدا ہیں انسان کا جنین اپنے جسمی
یشبہ جنین الحیوان فی	اطوار وتغیرات میں حیوان کے جنین
اطوارہ الجسدیۃ ولکن	کے مشابہ ہے، لیکن انسان کا (جنین)
جنین الانسان ینشأ	دوسری مخلوق بنکر پیدا ہوتا ہے۔
خلقا اخر [1]	

جن اجزاء (عناصر) سے طبعی قوتیں وجود میں آتی ہیں ان کی تعداد چار ہو ایک سو چھ ہو یا اس سے بھی زیادہ تسلیم کرلئے جائیں یہ واقعہ ہے کہ اس اہم عنصر (جس کی وجہ سے انسان انسان کہلاتا ہے) کی دریافت کے لئے ابتدائی کوشش بھی اب تک نہ کی جاسکی لیکن علم وتحقیق کی دنیا سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ماں کے پیٹ میں نشو ونما پانے والا بچہ (جنین) کے جو احوال وتغیرات قرآن حکیم نے چھٹی صدی علیسوی میں بیان کئے ہیں اور ان کے لئے جو تعبیرات (نطفہ، علقہ، مضغہ وغیرہ کی) اختیار کی ہے۔ ان تک رسائی دنیا کو اتنا طویل وقفہ گذرنے کے بعد اب ہوسکی ہے۔ کیا عجب ہے کہ مستقبل قریب یا بعید میں کسی ایسے خارجی عنصر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑے کہ جس کی آمیزش کے بعد جنین خلق آخر (دوسری مخلوق) میں تبدیل ہوا (جب کہ ابتداء سے حیوان و انسان کے تغیرات وتطورات میں کوئی فرق نہ تھا) اور جس کو تسلیم کئے بغیر انسانی جبلت کی بعض لاینحل گتھیاں سلجھنے کی کوئی شکل نہیں معلوم ہوتی ہے۔

قرآن حکیم نے اس خارجی عنصر کی تعبیر "روح" سے کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روح طبعی نہیں ہوسکتی جو حیوان وانسان میں مشترک ہوتی حتّٰی کہ جرثومۂ حیات وتخم حیات میں بھی موجود ہوتی ہے بلکہ یہ کوئی اور عنصر ہے جس کو "روحِ قدسی" کہنا مناسب ہے اور جو روح طبعی میں حلول کرنے کے بعد تمام طبعی قوتوں میں جاری وساری ہوجاتی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے اس کے جو آثار ومظاہر بیان کئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ

---

[1] سید محمد قطب فی ظلال القرآن، المومنون آیت ۱۴

دوسرے عناصر کی طرح یہ کوئی معمولی عنصر نہیں ہے بلکہ ایک زبردست "نورانی توانائی" ہے جو انسانی جبلّت میں خارج سے پیوست کردی گئی اور جس کے بعد ہی انسان ان تمام سرفرازیوں اور صلاحیتوں کا مستحق قرار پایا کہ جن کے بغیر وہ اپنے مقام ومنصب کے لائق ترین ہوسکتا تھا۔ مثلاً:

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ [1]

پھر اس کو مکمل کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بنائے تم بہت ہی تھوڑا شکر کرتے ہو۔

دوسری جگہ ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ [2]

جب میں اس کو مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تو اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑو۔

پہلی آیت میں سمع وبصر اور فؤاد ان تمام خصوصیات کی جامع تعبیر ہے جن کی بدولت ایک صاحبِ شخصیت ہستی وجود میں آتی ہے اور مختلف قسم کی سرفرازیوں اور صلاحیتوں کی مستحق قرار پاتی ہے۔ یہ تینوں (سمع وبصر، فواد) حیوان وانسان میں مشترک ہوتے ہیں۔ لیکن نورانی توانائی (روح) سے پہلے ان میں کوئی ایسی خصوصیّت نہ تھی جو انسان کو ممتاز بنا دے ـــــ!

دوسری آیت میں فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں تمام وہ زمینی مخلوق شامل ہے جو فرشتوں کی عملداری میں ہے۔ اسی بناء پر شیطان کے انکار کرنے پر اس کی گرفت ہوئی حالانکہ متعیّن طور پر اس کو سجدہ کا حکم مذکور نہیں ہے۔

مذکورہ آیتوں میں اللہ نے روح کو اپنی طرف منسوب کیا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ نورانی توانائی کسی اندرونی تغیّرات وتطوّرات کے حاصل جمع یا کسی میکانکی عمل ارتقاء کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ مستقل حیثیت رکھنے والی خارجی شے ہے جو اندر پیوست کی گئی ہے۔ اسی طرح روح کی تعبیر "امرِ ربّ" سے کی گئی ہے۔

---

[1] سورہ سجدہ آیت ۹
[2] سورہ حجر آیت ۲۸-۲۹

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ[1] — آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ نورانی حقیقت مادّی نہیں، بلکہ ماورائی (غیر مادّی) ہے۔ شیخ محمد اعلیٰ تھانویؒ نے اس سلسلے میں یہ قول نقل کیا ہے۔

الروح الانسانی السماوی من عالم الامر لایدخل تحت المساحۃ والمقدار والروح الحیوانی البشری من عالم الخلق ای یدخل تحت المساحۃ والمقدار[2]	روح انسانی سماوی ہے اور عالم امر سے تعلق رکھتی ہے یعنی مقدار اور پیمانہ کے تحت نہیں آتی اور روح حیوانی بشری ہے اور عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے یعنی پیمانہ و مقدار کے تحت آتی ہے۔

روحِ قدسی، روحِ طبعی اور جسمِ انسانی تینوں کا تعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:-

ان البدن مطیۃ النسمۃ	بدن (جسم انسانی، روح حیوانی کی سواری ہے۔
ان ھذا الروح مطیۃ للروح الحقیقی	اور روح حیوانی روح حقیقی (قدسی) کی سواری ہے
ولھا تعلق خاص بالروح الھوائی اولاً و بالبدن ثانیاً[3]	اس روح قدسی کا پہلا تعلق روحِ حیوانی سے ہوتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ جسم انسانی سے ہوتا ہے۔

روح قدسی (نورانی توانائی) نورِ الٰہی کے عکس سے وجود میں آتی ہے (کہ براہِ راست نور کی شعاعیں برداشت کرنے کی تاب کس میں ہے؟) اور کسی نور کے مخزن میں جمع ہوجاتی ہے پھر وہاں سے اس کی شعاعوں کی فیض رسانی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "مخزن" میں اجتماع کو مرتّب فوج سے تشبیہہ دی ہے۔

---

[1] سورہ اسراء آیت ۸۵ — [2] کشاف اصطلاحات الفنون

[3] شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الرّوح

غالباً اس سے ان کی اقدامی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

الارواح جنود مجندہ [1] روحوں کی ایک مرتّب فوج ہے۔

شاہ ولی اللہ نے نفس ناطقہ کی بحث عکس ہی کی بنیاد پر کی ہے کہ براہِ راست نوری کرنوں کا اقدام نامیاتی لہروں پر ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔

نورانی توانائی (روحِ قدسی) کی شعاعیں خصوصیتوں اور صلاحیتوں کے لحاظ سے بے شمار حصّوں میں منقسم ہیں۔ ادھر طبعی قوتیں بھی اپنے خواص و اثرات کے لحاظ سے مختلف گروپ میں تقسیم ہیں جن کے لحاظ سے دونوں کے درمیان جذب و کشش کی باہمی مناسبتیں قائم کردی گئی ہیں۔ فیض رسانی اور فیض قبول کرنے میں جس کو جس کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اس کا امتزاج اس کے ساتھ کر دیا جاتا ہے۔ یعنی شعاعوں کی خصوصیتیں اور صلاحیتیں طبعی قوّتوں کے انہیں خواص و اثرات میں اپنا جلوہ دکھاتی اور اپنی قوتِ کار کا اظہار کرتی ہیں جن کا ظرف متحمل ہوتا ہے اور ظرف کا پتہ ان مناسبتوں سے چلتا ہے جو دونوں کے درمیان قائم کی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیث میں غالباً مناسبتوں کی طرف اشارہ ہے۔

فما تعارف منها ائتلف وما (روحوں کی مرتّب فوج ہے) ان

تناکر منها اختلف میں سے جو مناسبت رکھتی ہیں وہ مانوس

ہوجاتی ہیں اور جو مناسبت نہیں رکھتیں وہ مانوس نہیں ہوتی ہیں۔

محدثین نے اس حدیث سے ایک انسان کی دوسرے انسان کے ساتھ محبّت و دوستی کی بنیاد روحوں کی مناسبت قرار دی ہے کہ جن روحوں میں مناسبت ہوتی ہے، انہیں میں محبّت و دوستی قائم ہوتی ہے اور جن میں مناسبت نہیں ہوتی ان کے درمیان نہیں قائم ہوتی۔ یہ بھی اس حدیث کے مفہوم کا ایک پہلو ہے لیکن جس طرح یہ مناسبت دو روحوں کے درمیان ہوتی ہے، اسی طرح روح اور طبعی قوّتوں کے درمیان بھی ہوتی ہے۔

مذکورہ مناسبت کو کسی درجہ میں سورج کی شعاعوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر روشنی (جو دیکھی جا سکتی ہے) کے سات جزء ہوتے ہیں اور ساتوں (بنفشی، نیلا، آسمانی، سبز، زرد، نارنجی، سُرخ) رنگ اپنی خصوصیّت و صلاحیّت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں

---

[1] بخاری و مسلم و مشکوٰۃ الفصل الاوّل باب الحب فی اللہ و من اللہ۔

لیکن سُرخ رنگ میں خصوصیت وصلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ ہری پتّی پر جب روشنی پڑتی ہے تو اس میں ہر رنگ کی ہوتی ہے۔ لیکن روشنی کا ہر جزو (رنگ) اپنی کارکردگی کے اظہار میں جذب وکشش کی اس مناسبت کو ملحوظ رکھتا ہے جو پانی ونمکیات (کاربن ڈائی آکسائیڈ) کے اجزاء میں ہوتی اور جس کے ذریعہ ہر ذی روح کی غذا کا قدرتی انتظام ہے۔ اسی طرح نوری توانائی (روح) کی روشنی سب پر پڑتی ہے لیکن نوری کرنوں اور نامیاتی لہروں میں ایک مناسبت قائم کردی گئی ہے جس کے لحاظ ہی سے کرنیں لہروں کو فیض پہنچاتی اور وہ اس کو قبول کرتی ہیں۔ پھر نوری توانائی ہی کا ایک اہم حصّہ وہ معلوم ہوتا ہے جو نورِ فطرت کہلاتا ہے اور جس کی خصوصیت وصلاحیت زیادہ ہوتی اور اس میں عمومیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ نورِ فطرت کی کارگذاری طبعی قوتوں میں کسی ایک قوت کے ساتھ محدود نہیں رہتی بلکہ تمام طبعی قوتیں اس سے مستفید ہوکر ہی اپنی مناسب نوری کرنوں سے فیض یاب ہونے کا جواز مہیا کرتی ہیں۔ یہ گویا زمین ہموار کرتا، فضا کو سازگار بناتا، مناسبت کی جانچ کرتا اور پھر دوسری کرنوں کو دعوت دیتا ہے کہ اب وہ آکر اپنا جلوہ دکھائیں اور اپنی قوت کا مظاہرہ کریں۔ بس یہیں سے مختلف لوگوں کی خصوصیتوں اور صلاحیتوں میں تفاوت ہوتا اور ہر ایک اپنے اپنے دائرہ میں کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے۔ (باقی آئندہ)

OOOOOOOOOO

عن عثمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

خيركم من تعلم القرآن وعلمه

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
تم میں سے بہترین وہ ہے جو (خود) قرآن سیکھے اور (دوسروں) کو سکھائے